حضرت علامہ اقبال اورسوشل میڈیا

ناصر زیدی

ایک مشہورِ زمانہ شعر ہے:

ہزاروں سال نرگس اپنی بے نوری پہ روتی ہے
بڑی مشکل سے ہوتا ہے چمن میں دیدہ ور پیدا

یہ شعر مفکرِ پاکستان شاعرِ بے بدل حضرت علامہ اقبال کا ہے۔ انہیں کیا خبر تھی کہ کبھی یہ شعر ان پر ہی منطبق ہوگا۔ سچی بات ہے علامہ اقبال جیسے دیدہ ور کے لئے نرگس کو ہزاروں سال اپنی بے نوری پہ رونا ہی چاہیے۔ ایسے شاعر صدیوں میں پیدا ہوتے ہیں جو کم از کم ایک صدی کے شاعر تو ہوں۔ ان میں میر، غالب، میر انیس اور اقبال جیسے شاعروں کا نام بلا جھجک، بلا تکلف لیا جاسکتا ہے۔ اقبال اپنے زورِ کلام کے سبب صدی کے شاعر ہیں۔ ہم سب عہدِ اقبال میں جی رہے ہیں اور اقبال کے خوشہ چین ہیں۔ قیامِ پاکستان کے بعد سے اقبال کو اب تک ہمارے قومی شاعر ہونے کا مقام و مرتبہ بھی حاصل ہے۔ یہی وجہ ہے کہ شروع دن سے

کلام اقبال اسکولوں کالجوں کے نصاب میں شامل ہے۔ ہمارے دَور میں سکول میں صبح سویرے اقبال کی اس دعا سے دن کا اور تعلیم کا آغاز ہوتا تھا:

لب پہ آتی ہے دعا بن کے تمنا میری
زندگی شمع کی صورت ہو خدایا میری

اس سارے اہتمام، سارے انتظام کے باوجود شمع سخن اقبال کے کلام کی تفہیم و ترسیل آسان نہیں کہ بقول غالب:

حسنِ فروغ شمع سخن دُور ہے اسد
پہلے دلِ گداختہ پیدا کرے کوئی

دل گداختہ کے بغیر کلام اقبال دِلوں میں نہیں اترتا اور دل گداختہ ہر کس و ناکس کے پاس نہیں ہوتا:

یہ اس کی دین ہے جسے پروردگار دے

ہر شعبۂ حیات میں دلِ گداختہ رکھنے والے صاحبان علم و دانش نے کلام اقبال کو عام کرنے میں اپنا اپنا حصہ ڈالا ہے۔ اس حصے کی بدولت عوام و خواص کی اکثریت اقبال آشنا ہوئی ہے مگر ہر مثبت عمل کے ساتھ کچھ نہ کچھ منفی عوامل بھی لازمی ہوتے ہیں۔ چنانچہ اکثر و بیشتر میڈیا کے اشخاص کلام اقبال کو صحیح طور پر عوام تک نہیں پہنچا پائے۔ سوشل میڈیا میں، پرنٹ میڈیا، الیکٹرانک میڈیا اور دیگر ذرائع ابلاغ کو بھی شامل کرلیا جائے تو یہ حقیقت روز روشن کی طرح عیاں ہوکر سامنے آتی ہے کہ رواداری میں ''حامد کی پگڑی محمود کے سر'' باندھنے کا سلسلہ بھی جاری وساری ہے۔ مثلاً ایک بہت ہی مشہور شعر ہے:

تُندیٔ بادِ مخالف سے نہ گھبرا اے عقاب!
یہ تو چلتی ہے تجھے اونچا اُڑانے کے لئے

اس شعر کو شدومد کے ساتھ علامہ اقبال سے منسوب کیا جاتا ہے جب کہ گذشتہ

پچاس برس سے مسلسل میں اس شعر کو حق بہ حق دار کے رسید کے تحت شعر کے اصل خالق سید صادق حسین (ایڈووکیٹ شکرگڑھ) کو لوٹانا اور اقبال سے چھڑانا چاہتا ہوں مگر یار لوگ نہیں چھڑانے دیتے۔ میں یہ دلیل بھی دیتا آرہا ہوں کہ حضرت علامہ اقبال کا عقاب یا شاہین گھبراتا نہیں۔گھبرانا کیا معنی؟ اقبال کے نزدیک تو شاہین کبھی پرواز سے تھک کر نہیں گرتا، جبکہ سید صادق حسین کا عقاب تندیٔ بادِ مخالف سے گھبرایا ہوا ہے اور وہ اسے نصیحت کرر ہے ہیں، حوصلہ دے رہے ہیں کہ:

تُندیٔ بادِ مخالف سے نہ گھبرا اے عقاب!
یہ تو چلتی ہے تجھے اونچا اُڑانے کے لئے

اسی طرح علامہ سے منسوب کئے جانے والے شعروں میں ایک مشہور یہ بھی ہے:

خدا نے آج تک اس قوم کی حالت نہیں بدلی
نہ ہو جس کو خیال، آپ اپنی حالت کے بدلنے کا

جبکہ یہ شعر ایک قرآنی آیت کا انتہائی رواں منظوم ترجمہ ہے جو مولانا ظفر علی خاں کی کاوشِ فکر کا نتیجہ ہے۔ الیکٹرانک میڈیا پر شیلو اور مسعود کی آواز میں دوگانے کی شکل میں علامہ اقبال کا یہ کلام اکثر لوگوں نے سنا ہوگا:

کبھی اے حقیقتِ منتظر نظر آ لباسِ مجاز میں
کہ ہزاروں سجدے تڑپ رہے ہیں مری جبینِ نیاز میں

گانے والوں نے پہلے مصرعے میں ''حقیقتِ منتظِر'' زیر کے ساتھ گایا ہے جبکہ صحیح ''حقیقت منتظَر'' زبر کے ساتھ ہے، یعنی وہ حقیقت جس کا انتظار کیا جارہا ہو، نہ کہ ''حقیقتِ منتظِر'' یعنی انتظار کرنے والی حقیقت۔ اس شکل میں پڑھنے سے سوئے ادب کا بھی ارتکاب ہوگیا ہے۔ اسی طرح حضرت علامہ اقبال کے ایک اور مشہور شعر کو سوشل میڈیا پر اکثر اس طرح ادا کیا جاتا ہے:

وہ ایک سجدہ جسے تو گراں سمجھتا ہے
ہزاروں سجدوں سے دیتا ہے آدمی کو نجات

منگل 31 مارچ 2015ء کی صبح ''دنیا'' ٹی وی چینل پر انیق احمد کے پروگرام ''پیامِ صبح'' میں دو فاضل شرکاء میں سے ایک ڈاکٹر محسن نقوی (پی ایچ ڈی) نے 7:50 بجے صبح علامہ اقبال کا یہ مشہور شعر متذکرہ بالا شکل میں سنایا۔

جبکہ حضرت علامہ اقبال نے پہلے مصرعے کا آغاز ''وہ'' سے نہیں ''یہ'' سے کر رکھا ہے یعنی ''یہ ایک سجدہ'' اور دوسرے مصرعے کی شروعات ''ہزاروں سجدوں'' کی شکل میں دو لفظوں کو اکٹھا جمع کرنے کی غلطی سے نہیں کی گئی بلکہ علامہ اقبال نے ''ہزار سجدے'' کہہ رکھا ہے...اب اصل شعر صحیح شکل وصورت میں ملاحظہ ہو:

یہ ایک سجدہ جسے تو گراں سمجھتا ہے
ہزار سجدے سے دیتا ہے آدمی کو نجات

اب پرنٹ میڈیا کی طرف آئیے تو ماہنامہ ''الحمرا لاہور'' جیسے وقیع اور معیاری ادبی جریدے میں نومبر 2014ء کی اشاعت میں ممتاز ادیب، نقاد اور دانشور فتح محمد ملک نے حضرت علامہ کا ایک مشہور عالم شعر اس طرح رقم کیا:

حقیقتِ ابدی ہے حسینؓ ابن علیؓ
بدلتے رہتے ہیں انداز کوفی و شامی

جبکہ حضرت علامہ اقبال نے اس شعر کے پہلے مصرعے میں ''حقیقتِ ابدی'' کو ایک عالی مقام شخصیت ''حسین ابن علی'' کے نام تک محدود نہیں کیا بلکہ ''مقام شبیری'' کہہ رکھا ہے یعنی:

حقیقت ابدی ہے مقام شبیری
بدلتے رہتے ہیں انداز کوفی و شامی

یہاں ''حقیقت ابدی'' دراصل ایک شخص یا شخصیت کو نہیں قرار دیا گیا بلکہ ''مقامِ شبیری'' کہہ کر آفاقی بنادیا گیا ہے۔ ''مقامِ شبیری'' تک پہنچنے کے لئے نہ صرف اپنی گردن کٹانا پڑتی ہے بلکہ پورے خانوادے کی شہادت بھی دینا ہوتی ہے۔ حضرت علامہ نے سوچ سمجھ کر ہی ''مقامِ شبیری'' کو ''حقیقتِ ابدی'' قرار دیا ہے۔ اس میں دانستہ یا نادانستہ تحریف و ترمیم اقبال کی شان میں گستاخی ہی ہے۔ لیکن اس کا کیا کیا جائے کہ ایسی گستاخیاں سوشل میڈیا میں کثرت سے روا رکھی جارہی ہیں۔

ایک اور بہت ہی مشہور شعر حضرت علامہ کو سوشل میڈیا بخشتا رہتا ہے وہ ہے:

رُخِ مصطفیٰ ہے وہ آئینہ کہ اب اور ایسا آئینہ
نہ کسی کی بزم خیال میں نہ دُکان آئینہ ساز میں

جب کہ یہ شعر ہرگز حضرت علامہ اقبال کا نہیں بلکہ لطف بدایونی کا ہے۔ یہ حضرت علامہ کی اس زمین میں کہا گیا ہے:

کبھی اے حقیقت منتظر نظر آ لباسِ مجاز میں
کہ ہزاروں سجدے تڑپ رہے ہیں مری جبین نیاز میں

شاید اسی لئے اسے ''الحاقی شعر'' کے طور پر علامہ کے سر منڈھ دیا جاتا ہے۔ (اکرام احمد) لطف بدایونی ایک نابینا شاعر تھے۔ ان کا ایک شعر اگر انہیں ادب کی دنیا میں زندہ رکھے ہوئے ہے تو یار لوگوں کو یہ بھی گوارا نہیں۔ پھر نوٹ کرلیجیے یہ شعر علامہ کا نہیں، لطف بدایونی کا ہے:

رُخِ مصطفیٰ ہے وہ آئینہ کہ اب اور ایسا آئینہ
نہ کسی کی بزمِ خیال میں نہ دُکان آئینہ ساز میں

ایک ٹی وی چینل کے اینکر پرسن، مصنف اور نامور کالم نویس مجاہد بریلوی نے روزنامہ ''نئی بات'' جمعہ 12 ستمبر 2014ء کو اپنے کالم ''شہر ناپرساں سے'' میں حضرت علامہ

اقبال کے ایک مشہور شعر کو ذوق دہلوی کو بخش دیا، وہ بھی اس شکل میں:

اے ذوق تیرے عشق نے سب بل دیئے نکال
مدت سے آرزو تھی کہ سیدھا کرے کوئی

جبکہ ''بانگ درا'' میں شامل علامہ اقبال کی غزل ہے:

ظاہر کی آنکھ سے یہ تماشا کرے کوئی
ہو دیکھنا تو دیدۂ دل وا کرے کوئی

یہ غزل نو اشعار پر مشتمل ہے مگر اس میں مقطع شامل نہیں اور مقطع والا شعر 'کلیات اقبال'' میں بھی کہیں دستیاب نہیں، تاہم ڈاکٹر گیان چند جین کی تالیف ''ابتدائی کلام اقبال'' میں 17 اشعار کی غزل بحوالہ ''مخزن'' اپریل 1906ء شامل ہے، اس کے مطابق صحیح مقطع علامہ اقبال کا یوں ہے:

اقبال عشق نے مرے سب بل دیئے نکال
مدت سے آرزو تھی کہ سیدھا کرے کوئی

اسی طرح ایک مستند صحافی اور روزنامہ ''جنگ'' کوئٹہ کے ایڈیٹر مجید اصغر نے اپنے سفرنامے ''رفت گزشت'' میں ''سفر ستارے'' کے عنوان سے اپنے پیش لفظ میں علامہ اقبال کا صرف ایک مشہور شعر لکھا ہے وہ بھی اس طرح:

ستارا کیا تیری تقدیر کی خبر دے گا
یہ خود فراخی افلاک میں ہے خوار و زبوں

جبکہ علامہ نے پہلے مصرعے میں ''تری تقدیر'' نہیں ''مری تقدیر'' کہہ رکھا ہے یعنی:

ستارا کیا مری تقدیر کی خبر دے گا

سوشل میڈیا اور ہر قسم کے میڈیا کا رویہ حضرت علامہ اقبال کے اشعار کے سلسلے میں مجموعی طور پر خاصا غیر ذمہ دارانہ ہے۔ ''کیپیٹل'' ٹی وی چینل کی ایک ''اینکری'' محترمہ ماہ رخ

نے جمعرات 4 ستمبر 2014ء کو صبح گیارہ بجے کی براہ راست نشریات میں علامہ اقبال کا ایک بہت مشہور شعر اس طرح سنایا:

جمہوریت اِک ایسا تماشا ہے کہ جس میں
بندوں کو گِنا جاتا ہے تولا نہیں جاتا

جبکہ مصور پاکستان، شاعر مشرق کا یہ شعر صحیح شکل میں یوں ہے:

جمہوریت ایک طرز حکومت ہے کہ جس میں
بندوں کو گِنا کرتے ہیں تولا نہیں کرتے

ایک نایاب کتاب ''خدیجہ'' مؤلف: مولانا عبدالحمید الزہراوی.... مترجم: مولانا محمد وارث کامل (سابق ایڈیٹر مدینہ بجنور) پڑھنے کا اتفاق ہوا 'انتساب تہدیہ مولف' کے عنوان سے یوں کیا گیا ہے:

آسماں تیری لحد پر شبنم افشانی کرے
سبزۂ نورستہ تیرے در کی نگہبانی کرے

شعر کی محولہ بالا شکل میں دوسرا مصرعہ کچھ کا کچھ ہوگیا جبکہ حضرت علامہ کا شعر جو، ان کی مشہور نظم ''والدہ مرحومہ کی یاد میں'' کا حصہ ہے، صحیح اس طرح ہے:

آسماں تیری لحد پر شبنم افشانی کرے
سبزۂ نورُستہ اس گھر کی نگہبانی کرے

جناب عبداللہ طارق سہیل کے کالموں اور شذرات کا مجموعہ خوبصورت کتابی شکل میں پڑھنے کا موقع ملا ''آہ بے تاثیر ہے'' کے عنوان سے شائع ہونے والی اس کتاب کے صفحہ 356 پر حضرت علامہ اقبال کے بہت ہی مشہور فارسی اشعار نظر سے گزرے، اس تمہید کے ساتھ:

علامہ اقبال کی مشہور ثلاثی رباعی کا ذکر بھی آیا ہے:

عجم ہنوز نداند رموز دیں ورنہ ...!
ز دیوبند حسین احمد ایں چہ بوالعجبی
سرود برسرِ منبر کہ ملت از وطن است
چہ بے خبر ز مقام محمد عربی است

جبکہ یہ ثلاثی ہرگز نہیں۔ ثلاثی تین مصرعی کی صنف سخن ہے جسے زیادہ تر عہد جدید میں حمایت علی شاعر نے اس خوبی سے برتا کہ یہ صنف ان سے ہی منسوب ہو کر رہ گئی۔ رباعی چار مصرعوں کی ہوتی ہے۔ متذکرہ بالا چار مصرعے دراصل تین اشعار پر مبنی قطعہ ہے اور صحیح اس طرح ہے:

عجم ہنوز نداند رموزِ دیں ورنہ
ز دیوبند حسین احمد ایں چہ بوالعجبی است
سرود برسرِ منبر کہ ملت از وطن است
چہ بے خبر ز مقام محمد عربی است
بہ مصطفیٰ بہ رساں خویش را کہ دیں ہمہ است
اگر بہ اُو نہ رسیدی تمام بولہبی است

آئے روز مختلف انداز میں مفکر پاکستان حضرت علامہ اقبال پر مضامین نو کے انبار لگتے رہتے ہیں، اس سے یہ فائدہ ضرور ہوا ہے کہ اقبال کا نام آج بچے بچے کی زبان پر ہے یعنی: ایسا بھی کوئی ہے کہ جو غالب کو نہ جانے، کے مصداق ایسا بھی کوئی نہیں جو اقبال کو نہ جانے یا نہ مانے مگر ہماری گزارش ہمیشہ سے یہی رہی ہے کہ کلام اقبال کی ترسیل صحیح ہونی چاہیے، اقبال ہی کیا مختلف مستند شعرا کے غلط اشعار کی پکڑ دھکڑ جو ہماری جانب سے جاری رہتی ہے اس سے متاثر ہو کر محترم روحی کنجاہی نے یہ قطعہ کہا:

شعر لکھے جاتے ہیں جیسے ٹرکوں پر غلط
لکھ رہے تھے کالموں میں یوں کئی کالم نویس
ان کا نوٹس کیا لیا زیدی نے باصد معذرت
چھوڑ بیٹھے شعری استعمال ہی کالم نویس

باخدا ہمارا منشا یہ نہیں ہے کہ سوشل میڈیا میر و غالب، میر انیس یا علامہ اقبال کے یا فیض و فراز کے بھی اشعار ہی استعمال کرنا چھوڑ دے۔ گزارش صرف اتنی ہے کہ صحیح استعمال کرے:

اور کی طلب ابنائے زمانہ سے نہیں

❀❀❀